يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىِٕنَّةُ ﴿۲۷﴾

اے اطمینان والی روح۔(۲۷)

ارْجِعِيْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿۲۸﴾

تو اپنے رب کی طرف [1] لوٹ چل اس طرح کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے خوش۔(۲۸)

فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ﴿۲۹﴾

پس میرے خاص بندوں میں داخل ہو جا۔(۲۹)

وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ﴿۳۰﴾

اور میری جنت میں چلی جا۔(۳۰)

سُوْرَةُ الْبَلَدِ

سورۂ بلد مکی ہے اور اس میں بیس آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

لَاۤ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ﴿۱﴾

میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں۔ [2] (۱)

وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ﴿۲﴾

اور آپ اس شہر میں مقیم ہیں۔ [3] (۲)

نہیں ہوگا حتیٰ کہ اسکی اجازت کے بغیر کوئی کسی کی سفارش تک نہیں کر سکے گا۔ ایسے حالات میں کافروں کو جو عذاب ہوگا اور جس طرح وہ اللہ کی قید و بند میں جکڑے ہوں گے' اس کا یہاں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا چہ جائیکہ اس کا کچھ اندازہ ممکن ہو۔ یہ تو مجرموں اور ظالموں کا حال ہوگا لیکن اہل ایمان و طاعت کا حال اس سے بالکل مختلف ہوگا' جیسا کہ اگلی آیات میں ہے۔

(۱) یعنی اس کے اجر و ثواب اور ان نعمتوں کی طرف جو اس نے اپنے بندوں کے لیے جنت میں تیار کی ہیں۔ بعض کہتے ہیں قیامت والے دن کہا جائے گا بعض کہتے ہیں کہ موت کے وقت بھی فرشتے خوشخبری دیتے ہیں' اسی طرح قیامت والے دن بھی اسے یہ کہا جائے گا جو یہاں مذکور ہے۔ حافظ ابن کثیر نے ابن عساکر کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو یہ دعا پڑھنے کا حکم دیا' «اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ نَفْسًا، بِكَ مُطْمَئِنَّةً، تُؤْمِنُ بِلِقَائِكَ، وَتَرضَىٰ بِقَضَائِكَ وتَقْنَعُ بِعطَائِكَ» ۔(ابن کثیر)

(۲) اس سے مراد مکہ مکرمہ ہے جس میں اس وقت' جب اس سورت کا نزول ہوا' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام تھا' آپ ﷺ کا مولد بھی یہی شہر تھا۔ یعنی اللہ نے آپ ﷺ کے مولد و مسکن کی قسم کھائی' جس سے اس کی عظمت کی مزید وضاحت ہوتی ہے۔

(۳) یہ اشارہ ہے اس وقت کی طرف جب مکہ فتح ہوا' اس وقت اللہ نے نبی ﷺ کے لیے اس بلد حرام میں قتال کو حلال فرما دیا تھا جب کہ اس میں لڑائی کی اجازت نہیں ہے چنانچہ حدیث ہے' نبی ﷺ نے فرمایا "اس شہر کو اللہ نے اس وقت سے حرمت والا بنایا ہے' جب سے اس نے آسمان و زمین پیدا کیے۔ پس یہ اللہ کی ٹھہرائی ہوئی حرمت سے قیامت تک حرام ہے' نہ اس کا درخت کاٹا جائے نہ اس کے کانٹے اکھیڑے جائیں' میرے لیے اسے صرف دن کی ایک ساعت

وَّوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ﴿۳﴾
اور (قسم ہے) انسانی باپ اور اولاد کی۔[۱] (۳)

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ ﴿۴﴾
یقیناً ہم نے انسان کو (بڑی) مشقت میں پیدا کیا ہے۔[۲] (۴)

اَيَحْسَبُ اَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ اَحَدٌ ﴿۵﴾
کیا یہ گمان کرتا ہے کہ یہ کسی کے بس میں ہی نہیں؟[۳] (۵)

يَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ﴿۶﴾
کہتا (پھرتا) ہے کہ میں نے تو بہت کچھ مال خرچ کر ڈالا۔[۴] (۶)

اَيَحْسَبُ اَنْ لَّمْ يَرَهٗۤ اَحَدٌ ﴿۷﴾
کیا (یوں) سمجھتا ہے کہ کسی نے اسے دیکھا (ہی) نہیں؟[۵] (۷)

اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ ﴿۸﴾
کیا ہم نے اس کی دو آنکھیں نہیں بنائیں۔[۶] (۸)

وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ ﴿۹﴾
اور زبان اور ہونٹ (نہیں بنائے)[۷] (۹)

کے لیے حلال کیا گیا تھا اور آج اس کی حرمت پھر اسی طرح لوٹ آئی ہے' جیسے کل تھی ..... اگر کوئی یہاں قتال کے لیے دلیل میں میری لڑائی کو پیش کرے تو اس سے کہو کہ اللہ کے رسول کو تو اس کی اجازت اللہ نے دی تھی جب کہ تمہیں یہ اجازت اس نے نہیں دی"۔ (صحیح بخاری' کتاب العلم' باب لیبلغ الشاھد منکم الغائب۔ مسلم' کتاب الحج' باب تحریم مکة .....) اس اعتبار سے معنی ہوں گے وَأَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ فِي الْمُسْتَقْبَلِ یہ جملہ معترضہ ہے۔

(۱) بعض نے اس سے مراد حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد لی ہے' اور بعض کے نزدیک یہ عام ہے' ہر باپ اور اس کی اولاد اس میں شامل ہے۔

(۲) یعنی اس کی زندگی محنت و مشقت اور شدائد سے معمور ہے۔ امام طبری نے اسی مفہوم کو اختیار کیا ہے' یہ جواب قسم ہے۔

(۳) یعنی کوئی اس کی گرفت کرنے پر قادر نہیں؟

(۴) لُبَدًا۔ کثیر' ڈھیر۔ یعنی دنیا کے معاملات اور فضولیات میں خوب پیسہ اڑاتا ہے' پھر فخر کے طور پر لوگوں کے سامنے بیان کرتا پھرتا ہے۔

(۵) اس طرح اللہ کی نافرمانی میں مال خرچ کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ کوئی اسے دیکھنے والا نہیں ہے؟ حالاں کہ اللہ سب کچھ دیکھ رہا ہے۔ جس پر وہ اسے جزا دے گا۔ آگے اللہ تعالیٰ اپنے بعض انعامات کا تذکرہ فرما رہا ہے تاکہ ایسے لوگ عبرت پکڑیں۔

(۶) جن سے یہ دیکھتا ہے۔

(۷) زبان سے وہ بولتا اور اپنے مافی الضمیر کا اظہار کرتا ہے۔ ہونٹوں سے وہ بولنے اور کھانے کے لیے مدد حاصل کرتا ہے۔ علاوہ ازیں وہ اس کے چہرے اور منہ کے لیے خوب صورتی کا بھی باعث ہیں۔

وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ﴿١٠﴾
فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ﴿١١﴾
وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ﴿١٢﴾
فَكُّ رَقَبَةٍ ﴿١٣﴾
اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ﴿١٤﴾
يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ﴿١٥﴾
اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ﴿١٦﴾
ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا
بِالْمَرْحَمَةِ ﴿١٧﴾

ہم نے دکھا دیئے اس کو دونوں راستے۔[1] (١٠)
سو اس سے نہ ہو سکا کہ گھاٹی میں داخل ہوتا۔[2] (١١)
اور کیا سمجھا کہ گھاٹی ہے کیا؟ (١٢)
کسی گردن (غلام لونڈی) کو آزاد کرنا۔ (١٣)
یا بھوک والے دن کھانا کھلانا۔ (١٤)
کسی رشتہ دار یتیم کو۔ (١٥)
یا خاکسار مسکین کو۔[3] (١٦)
پھر ان لوگوں میں سے ہو جاتا جو ایمان لاتے[4] اور ایک
دوسرے کو صبر کی اور رحم کرنے کی وصیت کرتے

---

(١) یعنی خیر کی بھی اور شر کی بھی اور ایمان کی بھی، سعادت کی بھی اور شقاوت کی بھی۔ جیسے فرمایا، ﴿ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ﴾ (الدھر۔ ٣) نَجْدٌ کے معنی ہیں، اونچی جگہ۔ اس لیے بعض نے یہ ترجمہ کیا ہے "ہم نے انسان کی (ماں کے) دو پستانوں کی طرف رہنمائی کر دی" یعنی وہ عالم شیر خوارگی میں ان سے اپنی خوراک حاصل کرے۔ لیکن پہلا مفہوم زیادہ صحیح ہے۔

(٢) عَقَبَةٌ گھاٹی کو کہتے ہیں یعنی وہ راستہ جو پہاڑ میں ہو۔ یہ عام طور پر نہایت دشوار گزار ہوتا ہے۔ یہ جملہ یہاں استفہام بمعنی انکار کے مفہوم میں ہے۔ یعنی أَفَلَا ٱقْتَحَمَ ٱلْعَقَبَةَ کیا وہ گھاٹی میں داخل نہیں ہوا؟ مطلب ہے نہیں ہوا۔ یہ ایک مثال ہے اس محنت و مشقت کی وضاحت کے لیے جو نیکی کے کاموں کے لیے ایک انسان کو شیطان کے وسوسوں اور نفس کے شہوانی تقاضوں کے خلاف کرنی پڑتی ہے، جیسے گھاٹی پر چڑھنے کے لیے سخت جدوجہد کی ضرورت ہوتی ہے۔ (فتح القدیر)

(٣) مَسْغَبَةٍ، مَجَاعَةٍ (بھوک) يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ، بھوک والے دن۔ ذَا مَتْرَبَةٍ (مٹی والا) یعنی جو فقر و غربت کی وجہ سے مٹی (زمین) پر پڑا ہو۔ اس کا گھربار بھی نہ ہو۔ مطلب یہ ہے کہ کسی گردن کو آزاد کر دینا، کسی بھوکے کو، رشتے دار یتیم کو یا مسکین کو کھانا کھلا دینا، یہ دشوار گزار گھاٹی میں داخل ہونا ہے جس کے ذریعے سے انسان جہنم سے بچ کر جنت میں جا پہنچے گا۔ یتیم کی کفالت ویسے ہی بڑے اجر کا کام ہے، لیکن اگر وہ رشتے دار بھی ہو تو اس کی کفالت کا اجر بھی دگنا ہے۔ ایک صدقے کا، دوسرا صلہ رحمی کا۔ اسی طرح غلام آزاد کرنے کی بھی بڑی فضیلت احادیث میں آئی ہے۔ آج کل اس کی ایک صورت کسی مقروض کو قرض کے بوجھ سے نجات دلا دینا ہو سکتی ہے، یہ بھی ایک گونہ فَكُّ رَقَبَةٍ ہے۔

(٤) اس سے معلوم ہوا کہ مذکورہ اعمال خیر، اسی وقت نافع اور اخروی سعادت کا باعث ہوں گے جب ان کا کرنے والا صاحب ایمان ہو گا۔

أُولَٰٓئِكَ أَصْحَٰبُ ٱلْمَيْمَنَةِ ﴿١٨﴾
وَٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ بِـَٔايَٰتِنَا هُمْ أَصْحَٰبُ ٱلْمَشْـَٔمَةِ ﴿١٩﴾
عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌۢ ﴿٢٠﴾

ہیں۔[۱] (۱۷)
یہی لوگ ہیں دائیں بازو والے (خوش بختی والے)(۱۸)
اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کے ساتھ کفر کیا یہ کم بختی والے ہیں۔(۱۹)
انہی پر آگ ہوگی جو چاروں طرف سے گھیری[۲] ہوئی ہوگی۔(۲۰)

سُوْرَةُ الشَّمْسِ

سورۂ شمس مکی ہے اور اس میں پندرہ آیتیں ہیں۔

بِسْمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحْمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَٱلشَّمْسِ وَضُحَىٰهَا ﴿١﴾
وَٱلْقَمَرِ إِذَا تَلَىٰهَا ﴿٢﴾
وَٱلنَّهَارِ إِذَا جَلَّىٰهَا ﴿٣﴾
وَٱلَّيْلِ إِذَا يَغْشَىٰهَا ﴿٤﴾
وَٱلسَّمَآءِ وَمَا بَنَىٰهَا ﴿٥﴾
وَٱلْأَرْضِ وَمَا طَحَىٰهَا ﴿٦﴾
وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّىٰهَا ﴿٧﴾

قسم ہے سورج کی اور اس کی دھوپ کی۔[۳] (۱)
قسم ہے چاند کی جب اس کے پیچھے آئے۔[۴] (۲)
قسم ہے دن کی جب سورج کو نمایاں کرے۔[۵] (۳)
قسم ہے رات کی جب اسے ڈھانپ لے۔[۶] (۴)
قسم ہے آسمان کی اور اس کے بنانے کی۔[۷] (۵)
قسم ہے زمین کی اور اسے ہموار کرنے کی۔[۸] (۶)
قسم ہے نفس کی اور اسے درست بنانے کی۔[۹] (۷)

---

(۱) اہل ایمان کی صفت ہے کہ وہ ایک دوسرے کو صبر کی اور رحم کی تلقین کرتے ہیں۔

(۲) مُؤْصَدَةٌ کے معنی مُغْلَقَةٌ (بند) یعنی ان کو آگ میں ڈال کر چاروں طرف سے بند کر دیا جائے گا' تاکہ ایک تو آگ کی پوری شدت و حرارت ان کو پہنچے۔ دوسرے' وہ بھاگ کر کہیں نہ جا سکیں۔

(۳) یا اس کی روشنی کی' یا مطلب ضحیٰ سے دن ہے۔ یعنی سورج کی اور دن کی قسم۔

(۴) یعنی جب سورج غروب ہونے کے بعد وہ طلوع ہو' جیسا کہ پہلے نصف مہینے میں ایسا ہوتا ہے۔

(۵) یا تاریکی کو دور کرے' ظلمت کا پہلے ذکر تو نہیں ہے لیکن سیاق اس پر دلالت کرتا ہے۔ (فتح القدیر)

(۶) یعنی سورج کو ڈھانپ لے اور ہر سمت اندھیرا چھا جائے۔

(۷) یا اس ذات کی جس نے اسے بنایا۔ پہلے معنی کی رو سے مَا بمعنی مَنْ ہوگا۔

(۸) یا جس نے اسے ہموار کیا۔

(۹) یا جس نے اسے درست کیا۔ درست کرنے کا مطلب ہے' اسے متناسب الاعضاء بنایا' بے ڈھبا اور بے ڈھنگا نہیں بنایا۔